# منٹو کے افسانوں میں جنس کی جمالیات

---

योषा वाव गौतामाग्नस्तास्या उपस्थ ए़व समद्ियदुपमंत्रयते स धूमो
योनरिर्चरि्यिदंतः करोतति अंगारा अभनिंदा वसि्फुलगिाः १
तस्मन्निेतस्मन्नि्गनौ देवा रेतो जुह्वतति स्या आहुतेर्गर्भःसंभवतत २

(छान्दग्योपनषिद, अध्याय ५, खण्ड ८, मन्त्र १,२ )

---

(ترجمہ: اے گوتم! یوشا (عورت) ہی آگ ہے، یعنی یہ شعلہ بار ہے۔اس کے شرم گاہ (بذر،شفرِ صغیر اورشفرِ کبیر) کشش کا مرکز ہے۔مباشرت سے دھنواپیدا ہوتا ہے۔شرم گاہ شعلہ ہے۔دورانِ مباشرت جو مادۂ منویہ اندر کی طرف داخل ہوتے ہیں وہ انگارے ہیں اور اس عمل کے دوران جو جنسی آسودگی حاصل ہوتی ہے وہ 'پرم آنند ہے۔عورت کے شرم گاہ (ہَوَن کُنڈ) میں روحانی بزگ مادۂ منویہ کا 'ہَوَن' کرتے ہیں(' آہوتی' یا 'قربانی' دیتے ہیں) جس سے حمل وجود میں آتا ہے۔)

منتر کے پہلے حصّے میں عورت کو آگ سے، اس کے شرم گاہ کو آتش کدہ سے، مادہ ٔمنویہ کو انگاروں سے اور مباشرت کے عمل کے دوران حاصل ہونے والی جنسی آسودگی کو'پرم آنند سے تعبیر کیا گیا ہے۔دوسرے منتر میں شرم گاہ کو 'ہَوَن کُنڈ'' اوراس میں جو مادۂ منویہ جاتے ہیں اسے'آہوتی' دینے سے تعبیر کر کے جنسی عمل کو مذہبی فریضہ قرار دیا گیا ہے جو ایک تخلیقی و تعمیری عمل ہے جس کے بغیر دنیا کا وجود ممکن نہیں ہے۔یعنی تخلیقیت اور جنسی لذتیت ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور ان دونوں کا سر چشمہ جنسی عمل ہے۔شاید اسی لیے 'لینڈ وروم' نے کہا ہے کہ:

''تخلیقی عمل کے بعد ایسا ہی جنسی اور جسمانی ردّعمل ہوتا ہے، جیسا کہ مباشرت کے بعد یا اس کے برعکس یا شاید جنسی جذبے کے ذریعہ مظہر ہوتا ہے، جس کی تکمیل ضروری ہے۔دونوں ردّعمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنس ،فنکار کے تخلیقی عمل میں شامل ہے۔'' فرائڈ نے بھی لاشعور کے عمل اور Wishfulfilment theory میں واضح کیا ہے کہ'' ہر قسم کا آرٹ اور ہر قسم کا ادب حقیقتاً جنس کا رہینِ منت ہے۔''

منٹو جنسی عمل کے فلسفیانہ حقیقت اوراس کے جمال وجلال سے واقف تھے اسی لیے انہوں نے اپنے افسانوں میں جنس کو موضوع بنایا اور سیکس کی اصل روح کو پیش کیا لیکن زیادہ تر نقادوں نے ان کے اسلوب کی نفاست اور لطافت کو سمجھے بغیر ان پر فحش نگاری کا الزام عاید کر دیا۔ یہاں تک کہ ان پر مقدمے بھی چلائے گئے اور انہیں صفائی دیتے ہوئے یہ کہنا پڑا:

''عورت اور مرد کا رشتہ فحش نہیں ہے۔ ان کا ذکر بھی فحش نہیں۔ لیکن جب اس رشتے کو چوراسی آسنوں یا جوڑ دار خفیہ تصویروں میں تبدیل کر دیا جائے اور لوگوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ تخلیے میں اس رشتے کو غلط زاویے سے دیکھیں تو میں اس فعل کو صرف فحش ہی نہیں بلکہ نہایت گھناونا، مکروہ اور غیر صحت مند کہوں گا۔''

جنس کے متعلق منٹو کے بیانات کی تقویت D.H.Lawrence کے اس خیال سے بھی ہو جاتی ہے:

''جنس اور حسن ایک ہی چیز ہے۔ شعلہ اور آگ کی طرح۔ اگر تم جنس سے نفرت کرتے ہو تو تم حسن سے بھی نفرت کرتے ہو۔ اگر تم زندہ حسن سے پیار کر سکتے ہو اور جنس سے نفرت، لیکن حسن سے پیار کرنے کے لیے جنس کا احترام لازمی ہے۔ جنس اور حسن نا قابلِ تقسیم ہیں۔ جیسے زندگی اور شعور جو ذہانت جنس اور حسن سے وابستہ ہے اور جنس اور حسن سے جنم لیتی ہے وہی وجدان ہے۔''

یونانی دیو مالا کے مطابق کہا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو نصف عورت اور نصف مرد تھے۔ نصف عورت اور نصف مرد ہونے کی وجہ سے انہیں اپنے کاملیت پر ناز تھا۔ اس لیے وہ دیوتاؤں کے خلاف بغاوت کر دیتے تھے جس کی وجہ سے دیوتاؤں کے بادشاہ Zeus نے ان کے جسم کے دو الگ الگ ٹکڑے (نصف عورت اور نصف مرد) کر کے زمین پر پھینک دیا۔ اس دن سے آج تک عورت اور مرد کے منقسم حصّے ایک دوسرے کے ساتھ ضم ہو کر تکمیل پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی لیے شکیل الرحمٰن نے اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ'' ہر مرد کے اندر عورت ہے اور ہر عورت کے اندر مرد، یہ دونوں حقیقتیں ایک دوسرے سے اس وقت ملتی ہیں جب یوگ سے انہیں بیدار کیا جاتا ہے''۔

منٹو نے بھی sexo-Yogic عمل کے لطیف احساسات کو اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے اس موضوع کے لیے جو اسلوب وضع کیا ہے اس سے جنسی تلذذ کی نفیس اور لطیف کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس میں تخریبی یا درندگی کے جذبات نہیں ابھرتے ہیں۔ منٹو نے اس قسم کے افسانوں میں صرف سیکس کے ان تجربات کو پیش کیا ہے جن سے ہمیں جنسی آسودگی حاصل ہوتی ہے اور جنسی تلذذ کی روحانی کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔ 'بلاؤز'، 'دھنوا'، 'شاردا'، 'خوشیا' اور 'بُو' وغیرہ افسانوں میں جنسی تلذذ کے مختلف سطحیں ہیں اور تلذذ کی ان کیفیات کے اظہار کے لیے منٹو نے جو اسلوب خلق کیا ہے اس کے بھی کئی Shades (رنگ) نظر آتے ہیں۔ طوائفوں کے ساتھ جنسی تعلق کے جو Modes ہیں وہ دیگر جنسی تجربوں سے متعلق افسانوں سے بالکل مختلف ہیں۔ مثلاً افسانہ 'ہتک' میں سیکس کا جو Degree of Satisfaction ہے وہ دوسرے نوعیت کی ہے۔ اس افسانہ کے پہلے ہی پیراگراف'' دن بھر تھکی ماندی وہ ابھی ابھی اپنے بستر پر لیٹی تھی اور لیٹتے ہی سو گئی تھی۔ میونسپل کمیٹی کا داروغہ صُفائی، جسے وہ سیٹھ کے نام سے پکارا کرتی تھی، ابھی ابھی اس کی ہڈیاں پسلیاں جھنجھوڑ کر شراب کے نشے میں چور، گھر کو واپس گیا تھا......'' سے معلوم ہوتا ہے کہ منٹو 'کام سوتر' کے اصل جوہر سے واقف ہیں۔ منٹو کے بعض نقادوں نے'' ہڈیاں پسلیاں جھنجھوڑنے'' کی رعایت سے لکھا ہے کہ منٹو نے اس عبارت میں سوگندھی کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا ہے۔ دراصل نقادوں نے اس عبارت کے اسلوب کو سمجھے بغیر یہ رائے دی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مباشرت کے پرم آنند کا احساس اسی وقت ہوتا ہے جب ہڈیاں پسلیاں جھنجھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ مہا کوی کالی داس نے بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے'' رگھو ونشم'' میں سیتا اور رام کی شادی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ راجہ 'دس رتھ' اپنی وِشال سینا کے ساتھ بارات لے کر جب جنک نگری پہنچے تو ان کی سینا نے وہاں کے باغوں کے پھولوں اور کھیتوں میں لگے فصلوں کو روند ڈالا۔ پھر بھی اس نگری نے سینا کے اس عمل کو ویسے محظوظ کیا جیسے عورتیں اپنے پریتم کے کٹھور سنبھوگ کو محظوظ کرتی ہیں۔ 'خوشیا' اور 'بُو' میں جنسی آسودگی کی سطح کچھ اور ہی ہے۔ افسانہ 'خوشیا' میں کانتا کے عریاں بدن کو دیکھنے کے بعد خوشیا کے اندر آہستہ آہستہ جنسی خواہش اس طرح بیدار ہونے لگتی ہے جیسے'' کام دیو' نے 'سوتر وان' خوشیا کے سینہ میں پیوست کر دیئے ہوں لیکن اس کے اندر کا مرد

اس وقت بیدار ہوتا ہے جب کانتا اس کے سامنے ننگی چلی آتی ہے اور خوشیا کے اعتراض کے بعد کہتی ہے کہ تو کیا ہوا تم اپنا خوشیا ہی تو ہو۔منٹو نے اس خاص لمحے کے بیان کے لیے جو پیرایۂ بیان اختیار کیا ہے اس کی دو خوبیاں ہیں۔سیکس کے سوئے ہوئے جذبہ کو گدگدا کر بیدار کرنے کی خوبی اور دوسری خوبی احساس 'ہتک' ہے جو سیکس کے جذبے کی شدّت میں اضافہ کردیتا ہے۔اسی طرح افسانہ 'بو' میں سیکس کی لذت کے اظہار کے لیے جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے وہ منٹو کے جنسی تجربے اور روحانی لذتیت (Eroticism) سے اس طرح ہم آہنگ ہو گیا ہے کہ قاری بھی پرم آنند کی کیفیت سے محظوظ ہونے لگتا ہے۔اس افسانہ میں گھاٹن لڑکی کے پستانوں کو دیکھنے کے بعد رندھیر کے جسم میں بھی وہی برقی لہر دوڑ جاتی ہے جو کالی داس کی تخلیق ''کمار سمبھو'' میں پاروتی کے سینے سے چادر کھسک جانے کے بعد اس کے پستانوں کو دیکھ کر شیو جی کے ریشے ریشے میں سیکس کی برقی لہر ڈوڑ گئی تھی۔رندھیر گھاٹن کے ساتھ صرف ایک رات اپنے کمرے میں رہتا ہے اور ایک ہی رات میں اس نے سیکس کی وہی Altimate لذت حاصل کرلی جو شیو جی نے یوگوں یوگوں تک پاروتی کے ساتھ 'ہمالیہ پروت پر حاصل' کی تھی۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منٹو نے صدیوں سے چلے آرہے ہندوستانی جنسی تقدس کے تصور کو از سر نو قاری سے متعارف کرا کر اس عمل کے ان پہلوؤں پر غور کرنے کے لیے امادہ کیا ہے جسے لوگ بھول چکے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ منٹو پر فحش نگاری کا الزام لگایا گیا تھا کیوں کہ لوگ جنسی عمل کو فحش عمل سمجھنے لگے تھے۔رندھیر اور گھاٹن لڑکی کے Sexo-Yogic لمحات کے بیان کے لیے منٹو نے جو اسلوب خلق کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیکس کی دیوی ''مہا ناگنی'' نے سیکس کے دیوتا 'مہا ناگ' کو دبوچ لیا ہے اور آسمان سے جنسی تلذز کے رسوں کی امرت ورشا شروع ہو گئی ہے۔بنجر دھرتی زرخیز ہو رہی ہے، پیڑ پودے سبز وشاداب ہو رہے ہیں۔پھول کھلنے لگے ہیں اور ان کی خوشبوؤں سے عالم مہک اٹھا ہے۔یہ منٹو کے اسلوب کی جادوگری کا کمال ہے۔سیکس کی ایسی کیفیت اور فضا منٹو جیسا فنکار ہی پیدا کرسکتا ہے۔منٹو کے اسلوب سے منٹو کا فن، ان کے تجربے اور روح ہم آہنگ ہو کر جنسی تلذز کو لافانی بنادیا ہے۔منٹو کا کمال یہ ہے کہ مختلف النوع جنسی تجربات واحساسات کے اظہار کے لیے جو پیرایہ بیان اختیار کیا ہے اس میں ان کے اپنے تجربے شامل ہو گئے ہیں اور ان کے قاری بھی ویسا ہی محسوس کرنے لگتے ہیں جیسے ان کے افسانوں کے کرداروں نے محسوس کیا تھا۔ان کے افسانوں کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے:

> ''پھر آندھی آگئی اور مومن کی رومی ٹوپی کا پھندنا کہیں غائب ہو گیا...... پھندنے کی تلاش میں نکلا......دیکھی اور ان دیکھی جگہوں میں گھومتا رہا......نئے لٹھے کی بو بھی یہیں کہیں سے آنا شروع ہوئی۔پھر نہ جانے کیا ہوا......ایک کالی شاٹن کے بلاؤز پر اس کا ہاتھ پڑا......کچھ دیر تک وہ کسی دھڑکتی ہوئی چیز پر اپنا ہاتھ پھیرتا رہا۔پھر دفعتاً ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھا۔تھوڑی دیر تک وہ کچھ نہ سمجھ سکا کہ کیا ہو گیا ہے۔اس کے بعد اسے خوف، تعجب اور ایک انوکھی ٹیس کا احساس ہوا۔اس کی حالت اس وقت عجیب وغریب تھی...... پہلے اسے تکلیف وحرارت محسوس ہوئی۔مگر چند لمحات کے بعد ایک ٹھنڈی سی لہر اس کے جسم پر رینگنے لگی'' ('بلاؤز')

> ''مسعود کو ای شرارت سوجھی۔دبے پاؤں وہ نیم باز دروازے کی طرف بڑھا اور دھماکے کے ساتھ اس نے دونوں پٹ کھول دیئے۔دو چیخیں بلند ہوئیں اور کلثوم اور اس کی سہیلی بملا نے جو کہ پاس پاس لیٹی تھیں، خوف زدہ ہو کر جھٹ سے لحاف اوڑھ لیا۔......بملا کے بلاؤز کے بٹن کھلے ہوئے تھے اور کلثوم اس کے عریاں سینے کو گھور رہی تھی'' (دھواں)

منٹو نے ان عبارتوں میں عورتوں کے سینے کے اُبھار اور گداز کے لمس سے جنسی تلذز کے برقی کیفیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔صنف نازک کی اس حصّے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سنسکرت کے ایک عظیم شاعر اور مفکر بھرتھری ہری نے لکھا ہے:

''چھوڑ ان پھیکے باسی اُپدیشوں کو/ مرد کو تو سرف دو چیزوں کی لگن ہونی چاہئے/ بھرپور چھاتیوں والی اس ناری کی جو کام رس کو اُبھارے/اور دل کو موہ لینے والی بَن کی۔''

دراصل رقص کا آغاز بَن یعنی جنگل کے معاشرے میں ہوا تھا کیوں کہ جنگل کے معاشرے میں بدن جذبے کے عریاں اور والہانہ اظہار کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔موسیقی سے بھی جنسی جذبہ کا تعلق بہت گہرا ہے۔منٹو کے افسانوں کے چند اقتباسات اور ملاحظہ کیجئے جن میں جنسی کی جمالیات نقطۂ عروج پر ہے۔

''کھڑکی کے پاس باہر پیپل کے پتّے رات کے دودھیالے اندھیرے میں جھومروں کی طرح تھرتھرا رہے تھے اور نہا رہے تھے اور وہ گھاٹن لونڈیا رندھیر کے ساتھ کپکپاہٹ بن کر چمٹی ہوئی تھی۔''('بو')

''رندھیر اس کے پاس بیٹھ گیا اور گانٹھ کھولنے لگا۔جب نہیں کھلی تو تھک ہار کر اس کے ایک ہاتھ میں چولی کا ایک سرا پکڑا،دوسرے ہاتھ میں دوسرا سرا اور زور سے جھٹکا دیا۔گرہ ایک دم پھسلی،رندھیر کے ہاتھ زور سے اِدھر اُدھر ہٹے اور دو دھڑکتی ہوئی چھاتیاں ایک دم نمایاں ہوگئیں۔لمحہ بھر کے لیے رندھیر نے سوچا کہ اس کے اپنے ہاتھوں نے اس گھاٹن لڑکی کے سینے پر نرم نرم گندھی ہوئی مٹّی چابک دست کمہار کی طرح دو پیالوں کی شکل دے دی ہے۔''('بو')

''اس بو نے اس لڑکی اور رندھیر کو ایک رات کے لئے آپس میں حل کر دیا تھا۔دونوں ایک دوسرے میں مدغم ہو گئے تھے۔ان عمیق ترین گہرائیوں میں اتر گئے تھے،جہاں پہنچ کر انسانی لذت میں تبدیل ہو گئے تھے۔ایسی لذت جو لمحاتی ہونے کے باوجود دائمی تھی۔جو مائلِ پرواز ہونے کے باوجود ساکن اور جامد تھی......دونوں ایک ایسا پنچھی بن گئے تھے جو آسمان کی نلاہٹوں میں مائلِ پرواز رہنے پر بھی غیر متحرک دکھائی دیتا ہے۔

......اس بو کو،جو اس گھاٹن لڑکی کے ہر مسام سے پھوٹ رہی تھی،رندھیر اچھی طرح سمجھتا تھا۔حالانکہ وہ اس کا تجزیہ نہیں کر سکتا تھا۔جس طرح بعض اوقات مٹی پر پانی چھڑکنے سے سوندھی سوندھی بو نکلتی ہے۔لیکن نہیں،وہ بو کچھ اور ہی طرح کی تھی۔اس میں لونگ اور عطر کا مصنوعی پن نہیں تھا،وہ بالکل اصلی تھی......عورت اور مرد کے باہمی تعلقات کی طرح اصلی اور مقدس۔''(بو)

قدیم ہندوستانی فنکاروں نے جنسی عمل کے دوران عورت کے بدن سے نکلنے والی خوشبوؤں کو کبھی مٹّی کی سوندھی خوشبو تو کبھی جنگلی پھولوں اور خوشبودار پتوں کی خوشبو سے تعبیر کیا ہے۔جدید ماحولیاتی و جنسیاتی مطالعے کی رو سے دوران مباشرت عورت کے بدن سے نکلنے والی خوشبو سے ماحول کی کثافت دور ہوتی ہے۔منٹو نے بار بار 'بو' کا ذکر کر کے شاید حد درجہ آگہی کا ثبوت دیا ہے۔بعض جنسی ماہرین کا خیال ہے کہ مباشرت کے عمل کے دوران مرد کی پسندیدہ خوشبو عورت کے بدن سے نکلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے جو مرد کو اس قدر مدہوش کر دیتی ہے کہ وہ جنسی عمل سے کبھی فارغ نہیں ہونا چاہتا ہے۔شکیل الرحمن نے اسی نکتہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

''حساس فنکاروں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ ہر عورت کی اپنی خوشبو ہوتی ہے،خوشبو کا رشتہ قائم ہو جائے تو سچی

جنسی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ نیز سچا انبساط ملتا ہے، جو عورتیں جسم پر خوشبوؤں کا استعمال نہیں کرتیں ان کے بدن سے مٹی کی سوندھی سوندھی وہ خوشبو ملتی ہے جو آدم کو حوا سے ملی ہوگی۔ مٹی کی یہ سوندھی سوندھی خوشبو عورت کے ہر عضو پر ہونٹوں کو رکھ دینے پر مجبور کر دیتی ہے، یہ خوشبو جادو ہے، جہاں ہونٹ رکھئے وہی خوشبو ملے کہ جس سے احساس و شعور کی بے قراری بڑھ جائے اور پھر محسوس ہو جیسے اس خوشبو نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ وہ عورت کہ جس نے حضرت سلیمان کو چوم کر یہ کہا تھا میرا بستر دارچینی کی خوشبو سے معطر ہے اور میرے بدن کی فطری خوشبو کستوری جیسی ہے، آپ آ جائیے۔ ہم دونوں رات بھر ایک دوسرے میں جذب رہیں، وہ عورت ایسے گہرے جنگل کی ہوگی کہ جہاں پھولوں کے رنگ انتہائی تیز اور شوخ ہوں گے، جہاں کے پھل رسوں سے بھرے ہوں گے، جہاں کی مرچیں حد درجہ تیز ہوں گی اور جہاں جسم آزاد ہوگا! ایسی عورت کا تجربہ پوری زندگی کے حسن و جمال، نرمی اور گرمی اور پوری زندگی کی جنسی آسودگی کے تجربوں کے رس کا استعارہ ہے۔ عورت کے جسم کی خوشبو اگر اس طرح ملے کہ لوبان کی خوشبو وجود میں جذب ہونے لگے، دارچینی کی مہک کا احساس کو گرفت میں لینے لگے تو ٹپکتا ہوا تجربوں کا رس کتنا شیریں ہوگا۔ (''منٹو شناسی اور شکیل الرحمٰن''، ص-125)

منٹو کے افسانوں میں سیکس کا اصل جوہر Altimate جنسی لذتیت کے ان لمحوں کے بیان میں نظر آتا ہے جہاں منٹو کے نسوانی کرداروں کے بدن سے طرح طرح کی خوشبو نکلنے کا احساس ہوتا ہے۔ ان کے ان تحریروں میں بھی نظر آتا ہے جہاں انہوں نے Sexuality کو Texuality میں تبدیل کر دیا ہے۔ اور وہاں بھی جہاں ان کے فن کی جمال و جلال اور ان کی روح جنس سے متعلق افسانوں کے کرداروں کے جذبات و احساسات اور اعمال سے ہم آہنگ ہو گئے ہیں۔

**Residence: 262-D, Shipra Sun City, Indirapuram, Ghaziabad-201014**
**Mobile No: 09911796525**
**Website:people.du.ac.in/~aahmad**